مزمل

سورہ نمبر 73

تنزیلی نمبر 04

آیات 20

پارہ 29

مکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة مزمل

فضیلت سورة مزمل

📖 ایک حدیث میں پیغمبر اسلام ﷺ سے آیا ہے:
"جو شخص سورة المزمل کو پڑھے گا تو دنیا و آخرت کی سختیاں اس سےاٹھ جائیں گی۔" (تفسیر نمونہ)

1- یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾

اے کپڑوں میں لپٹنے والے!

(بلاغ القرآن)

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ ﴿1﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ﴿2﴾

"اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو اور ڈر سناؤ"

(المدثر، 74:1-2)

📖 رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حالت تزمل اور رسالت کے فرائض کے درمیان کوئی ربط اور واسطہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر ہم مزمل کے معنی کپڑوں میں لپٹنے والے لیتے ہیں تو اس ربط کا سمجھ میں آنا دشوار ہے، لیکن اگر ہم تزمل کے معنی بار سنگین اٹھانے والے لیتے ہیں تو بظاہر ربط معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ جوہری، ابن اثیر اور بیضاوی نے مزمل کا ایک معنی بوجھ اٹھانے والے سے کیا ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یا محمد کہ کر نہیں پکارا جب کہ باقی انبیاء علیہم السلام کو یا ابراہیم یا موسیٰ کہہ کر پکارا ہے۔ (تفسیر کوثر)

📖 اَلزُّمَّیْلُ اس آدمی کو کہتے ہیں کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آئے تو وہ اپنے بدن پر مزید کپڑے ڈال لے اور اس طرح کپڑوں کی گٹھڑی سی بن جائے اور اَلْمُزَامَلَةُ کے معنی ہیں اونٹ کے دونوں طرف ہم وزن بوجھ لادنا۔ اس اعتبار سے اَ لْمُزَّمِّلُ کا صحیح مفہوم یہی ہو گا کہ جو فریضہء تَزْمَیْل میں بہت زیادہ احتیاط برتے اور سرگرمی دکھائے۔ اَلزِّمْلُ بوجھ کو بھی کہتے ہیں اور اِزْدَمَلَ الْحِمْلَ کے معنی ہوتے ہیں اس نے سارے بوجھ کو ایک دم لاد دیا*(تاج)۔ اس اعتبار سے مُزَّمِّلٌ وہ ہو گا جو بارِ رسالت کو نہایت حسن و خوبی سے اٹھائے۔ کشاف میں عکرمہ کے حوالہ سے ہے کہ یا اَ یُّھَاالْمُزَّمِّلُ کے معنی ہیں اے امر عظیم اٹھالینے والے۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اس کا مطلب ہے نبوت اور اس کی ذمہ داریوں کا بار اٹھانے والے۔(مفہوم القرآن)

📖 In the first seven verses the Holy Prophet (upon whom be peace) has been commanded to the effect: "Prepare yourself to shoulder the responsibilities of the great Mission that has been entrusted to you; its practical form is that you should rise during the hours of night and stand up in Prayer for half the night, or for a little more or less of it." (EnglishTafsir.com), (Quran-Wiki.com)

📖 (ز م ل) یا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ [المزمل/ 1] اے اوڑھنے والے . تو مزمل اصل میں متزمل ہے جس کے معنی کپڑے میں لپیٹے کے ہیں اور استعارہ کے طور پر سستی اور کوتاہی کرنے والے کو بھی تعریضا مزمل کہا جاتا ہے

اسی سے زمیل ہے جس کے معنی کمزور اور ناتواں کے ہیں۔ (مفرادت القرآن)

📖 زم ل [زَمْلًا : (ن)] کسی کو سواری پر پیچھے بٹھانا۔ (تفعل) تَزَمَّلًا اور اِزَّمُّلاً ۔ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لینا۔ (حافظ احمد یار)

📖 مزمل کی اصل میں دو قول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اٹھانے والے ہیں یہ جملہ کہا جاتا ہے، زمل الشئین، جب وہ اس چیز کو اٹھائے اس سے الزاملہ ہے کیونکہ وہ گھر کا سامان اٹھاتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مزمل سے مراد ہے لپٹنے والا، یہ جملہ بولا جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

📖 کہتے ہیں جی، "مدثر" و "مزمل" میں ایک فرق یہ ہے کہ "مدثر" اس صورت میں کپڑا اوڑھنے کو کہتے ہیں، جب کوئی سونے کے لیے کپڑا اوڑھ رہا ہو۔ اور یہ "مزمل" کسی خوف، بخار وغیرہ کی کیفیت میں کوئی کپڑا لپیٹنا ہے۔ (حافظ احمد یار، آڈیو 180، ٹائیم 4:00)

یہ آیت ایک نفسیاتی خطاب ہے۔
اللہ نے نبی ﷺ کو ان کی حالت کے ساتھ پکارا تاکہ انہیں یاد رہے: اب سکون اور پردہ ختم، قیام اور جدوجہد شروع۔
یہ صرف بلانا نہیں بلکہ "آغازِ مشن" کا اعلان ہے۔

2۔ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ‏ ٢

رات کو اٹھا کیجیے مگر کم۔

(بلاغ القرآن)

رات کے قیام کی اہمیت:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

"اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کے ساتھ (قرآن) پڑھا کر، یہ تیرے لیے زائد عبادت ہے"

(الإسراء، 17:79)

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿17﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿18﴾

"وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے، اور سحری کے وقت استغفار کیا کرتے تھے"

(الذاریات، 51:17-18)

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿26﴾

"اور رات میں اس کے آگے سجدہ کر، اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کرتا رہ"

(الانسان، 76:26)

- **شانِ نزول / تاریخی پس منظر**

یہ حکم نبی اکرم ﷺ کو مکہ کے ابتدائی دور میں دیا گیا تاکہ آپ ﷺ کو رات کی عبادت کے ذریعے بڑے مشن (تبلیغ قرآن) کے لیے تیار کیا جائے۔ مکی زندگی کی سختیوں اور وحی کے بوجھ کو سہنے کے لیے رات کا قیام ایک روحانی طاقت اور استقامت کا ذریعہ تھا۔

❓سوال: کیا یہ حکم صرف نبی ﷺ کے لیے تھا یا پوری امت کے لیے؟

✅جواب: شروع میں یہ حکم عام مسلمانوں کے لیے بھی تھا، مگر بعد میں اس میں تخفیف کر دی گئی (مزمل، 73:20) اور امت کے لیے قیام اللیل نفل عبادت قرار پایا، جبکہ نبی ﷺ پر یہ لازم رہا۔

3۔ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انْقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ‏ ٣

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیجیے،

(بلاغ القرآن)

رات کے مختلف حصے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿26﴾

"اور رات کے کچھ حصے میں اس کو سجدہ کر، اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کر"
(الانسان، 76:26)

قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿2﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿3﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ ﴿4﴾
"رات کو قیام کرو مگر تھوڑا سا، آدھی رات یا اس سے کم، یا اس پر کچھ زیادہ"
(المزمل، 73:2-4)

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿17﴾
"وہ رات کا تھوڑا سا حصہ ہی سویا کرتے تھے"
(الذاريات، 51:17)

📖 **نماز کا ذکر ایک بار پھر مسلسل۔**

تنزیلی اعتبار سے سورہ علق، پھر مدثر، اور پھر مزمل میں مسلسل نماز کا ذکر آرہا ہے، یعنی نماز پر بہت تاکید ہے، بیچ میں سورہ علق کے بعد سورہ قلم ہے، اس میں نماز کا ڈائریکٹ حکم تو نہیں، پر ایک آیت آتی ہے، جو نماز ہی کی طرف اشارہ ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ (ن قلم، 68:42)

ترجمہ:

"جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، ذلت ان پر چھا جائے گی، اور حال یہ ہو گا کہ وہ دنیا میں سلامت تھے اور سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے۔"

یہاں "نصفہ" کا مطلب ہے عبادت میں اعتدال۔ پورا وقت رات کو نہیں، بلکہ آدھی رات یا اس سے کم۔

یہ اس بات کی علامت ہے کہ دین میں توازن ہے: نہ تو اتنی سختی کہ جسم تھک جائے، نہ اتنی آسانی کہ روحانی قوت کمزور ہو جائے۔

❓ سوال: جب پچھلی آیت میں کہا "قُمِ اللیل" (ساری رات کھڑے ہو)، تو یہاں "نصفه" اور "قليلًا" کہہ کر کم کرنے کی اجازت کیوں؟

✅ جواب: اصل مقصد قیام اللیل تھا، مگر اللہ نے انسان کی طاقت کے مطابق اس میں گنجائش رکھی۔ اس سے قرآن کے اصول "لا يكلف الله نفسًا إلا وسعها" (البقرة، 2:286) کی جھلک ملتی ہے۔

✏ **دوسری خاص بات: جب قرآن کوئی بات بولتا، تو جتنا کہا جاتا اس کا مطلب صرف اتنا ہی ہوتا، نہ کم نہ زیادہ۔ "اگر 'کمی یا زیادتی' کی یہ رعایت نہ دی جاتی، تو پھر 'نصف' کا مفہوم صرف اور صرف مکمل نصف ہی رہتا—نہ اس سے کم کی گنجائش ہوتی اور نہ زیادہ کی۔ ایسی صورت میں کمی یا زیادتی کو اصل مفہوم سے انحراف اور ایک طرح کی زیادتی شمار کیا جاتا۔" (اس ٹاپک پر بھی ہم مزید تفصیل سے سورۃ کے آخر میں روشنی ڈالیں گے۔)**

⚔ **سنی و شیعہ اختلاف**

- اس آیت کے معنی و تفسیر میں سنی و شیعہ مفسرین کے درمیان کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔
- سب متفق ہیں کہ یہ حکم نبی ﷺ پر لازم تھا، اور امت کے لیے اختیاری۔
- اختلاف صرف یہ ہے کہ کیا امت پر ابتدائی طور پر فرض رہا اور بعد میں منسوخ ہوا (جیسا اکثر سنی مفسرین کہتے ہیں)، یا شروع ہی سے نفل تھا (جیسا بعض شیعہ مفسرین بیان کرتے ہیں)۔

4۔ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ۔ ٤

یا اس پر کچھ بڑھا دیجئے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجیے ۔

(بلاغ القرآن)
قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا:
وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ﴿106﴾
"اور قرآن ہم نے اس طرح الگ الگ کیا تاکہ تم اسے لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ، اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا"
(بنی اسرائیل، 17:106)

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ
"جنہیں ہم نے کتاب دی، وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے"
(البقرة، 2:121)

وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴿32﴾
"اور ہم نے اس (قرآن) کو خوب ٹھہر ٹھہر کر ترتیب دیا"
(الفرقان، 25:32)

لغوی و صرفی تحقیق

- **زِدْ** ←مادہ (ز ي د) = اضافہ کرنا۔ فعل امر (بڑھا دو)۔
- **رَتِّلْ** ←مادہ (ر ت ل) = درست، منظم اور صاف انداز۔
  - "ترتیل" کا مطلب: الفاظ کو واضح کرنا، ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا تاکہ معانی اچھی طرح جذب ہوں۔
- **تَرْتِيلًا** ←مصدر مؤکد، تاکید کے لیے آیا ہے، یعنی "خوب اہتمام سے، تدبر کے ساتھ"۔

یہ آیت نبی اکرم ﷺ کو رات کی عبادت **(قیام اللیل)** کے ساتھ ایک **خاص ہدایت** دیتی ہے کہ قرآن کی تلاوت صرف پڑھ لینا نہیں بلکہ **ترتیل** کے ساتھ کرنی ہے۔ کیونکہ وحی کا اصل مقصد یہ تھا کہ نبی ﷺ خود بھی اسے دل میں اتاریں اور دوسروں تک بھی صحیح طرح پہنچائیں۔

یہاں دو باتیں واضح ہیں:

1. رات کے قیام میں مقدار کی وسعت: نصف سے کم، یا زیادہ۔
2. قرآن کی تلاوت "ترتیل" کے ساتھ: یعنی نہ جلد بازی، نہ بے دھیانی، بلکہ تدبر اور شعور کے ساتھ۔

❓ **سوال: قرآن کے پڑھنے پر "ترتیل" کی اتنی تاکید کیوں ہے؟**

✅ جواب:

- کیونکہ قرآن محض الفاظ نہیں، بلکہ معانی و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔
- اگر تیز رفتاری سے پڑھا جائے تو الفاظ تو نکل جاتے ہیں لیکن دل پر اثر نہیں ہوتا۔
- اس لیے قرآن کا حق ہے کہ اسے تدبر، سمجھ اور سکون سے پڑھا جائے۔
-

⚒ آج کے دور میں لوگ قرآن کو زیادہ تر **"جلدی ختم کرنے"** کے مقصد سے پڑھتے ہیں۔

اس آیت کا پیغام ہے کہ قرآن کو "سمجھ کر، تدبر کے ساتھ" پڑھنا اصل مقصد ہے۔

ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ روزانہ تھوڑا وقت نکال کر قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھے۔

✎ **اور اس مناسبت سے بڑے بڑے اکابروں کی یہ فضلیت کے طور پر بات بیان کی جاتی کہ وہ ایک ایک ہفتے میں یا ایک دن رات میں پورا قرآن ختم کرتے تھے!**

✎ ***قیام اللیل میں "قرآن کی تلاوت" بتاتی ہے، کہ اصل میں قیام اللیل یا نماز کا مقصد قرآن کا ترتیل سے پڑھنا ہے۔ (اس آئیڈیا پر ہم سورۃ کے آخر میں تفصیل سے غور کریں گے۔)***

5۔ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾

عنقریب آپ پر ہم ایک بھاری حکم (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں۔

(بلاغ القرآن)

وحی کی بھاری ذمہ داری:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

"اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب کر پھٹ پڑتا"

(الحشر، 59:21)

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿13﴾ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿14﴾

"یقیناً یہ فیصلہ کن کلام ہے، اور یہ کوئی کھیل نہیں"

(الطارق، 86:13-14)

فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿97﴾
"ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا تاکہ تم اس کے ذریعے متقیوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو قوم کو ڈراؤ"
(مریم، 19:97)

لغوی و صرفی تحقیق

- **سَنُلْقِيْ** ←مادہ (ل ق ي) = پھینکنا، ڈالنا، منتقل کرنا۔ فعل مضارع، ساتھ "س" مستقبل قریب کے لیے۔
- **قَوْلًا** ←مادہ (ق و ل) = بات، کلام۔
- **ثَقِيْلًا** ←مادہ (ث ق ل) = بھاری پن، بوجھ، گراں۔ قرآن میں جسمانی و روحانی دونوں طرح کے بوجھ کے لیے استعمال ہوا۔

❓ سوال: **اگر قرآن "آسان"** بھی ہے (جیسا کہ دوسری جگہ کہا گیا: *ولقد یسرنا القرآن للذکر*) **اور یہاں "بھاری" بھی** کہا گیا، کیا یہ تضاد نہیں؟

✅ جواب: قرآن کا **"آسان"** ہونا تلاوت اور **سمجھنے** کے پہلو سے ہے، اور **"بھاری"** ہونا **ذمہ داری اور اثر** کے پہلو سے ہے۔ جیسے دوا کھانا آسان ہے لیکن اس کے اثرات گہرے اور بھاری ہوتے ہیں۔

⚒ **قرآن پڑھنا آسان ہے، لیکن اس پر عمل اور اس کی ذمہ داری بھاری ہے۔**
ہر مسلمان کے لیے یہ پیغام ہے کہ قرآن کو صرف زبانی نہ پڑھا جائے بلکہ اس کی عملی ذمہ داری بھی اٹھائی جائے۔

6۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا۝٦

بے شک رات کا اُٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے مگر ذکر (خدا اور قرآن خوانی) کیلئے زیادہ موزوں اور ٹھیک ہے۔
(طاہرالقادری + حسین نجفی)

رات کی عبادت کی فضیلت:
وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ
"اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کے ساتھ (قرآن) پڑھا کر، یہ تیرے لیے زائد عبادت ہے"
(الإسراء، 17:79)

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿17﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿18﴾

"وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے، اور سحری کے وقت استغفار کیا کرتے تھے"
(الذاریات، 51:17-18)

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿26﴾
"اور رات کے کچھ حصے میں اس کے آگے سجدہ کر، اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کرتا رہ"
(الانسان، 76:26)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر
یہ آیت نبی اکرم ﷺ اور ابتدائی مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے نازل ہوئی کہ رات کی عبادت دن کی نسبت زیادہ مؤثر ہے۔ کیونکہ رات کو سکوت اور تنہائی ہوتی ہے، دل یکسو ہوتا ہے، اور قرآن کی تلاوت زیادہ گہرے اثر کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس بات میں ایک فلاسفانہ نقطہ یہ بھی ہوسکتا کہ، جب انسان کامیاب ہوکر ایک منزل پر پہنچتا تو اس کی کامیابی جو نظر آتی وہ بہت تھوڑی ہوتی اس محنت کے مقابلے میں جو اس نے راتوں جاگ کر کی ہوتی.

یعنی جسے انگریزی میں iceberg-tip کہتے، یعنی پانی سے باہر جو تھوڑا حصہ کسی آئسبرگ کا نظر آتا وہ بہت تھوڑا ہوتا اس کے مقابلے جو پانی کے اندر ہوتا.

ایسے ہی ہر انسان کی ظاہری کامیابی آئسبرگ ٹِپ کی طرح ہوتی، جب کہ اس کی کے متعلق محنت، جفاکشی، تدبر و غور خوض، اور اجاگے کہیں زیادہ ہوتے.

اس لیے راتوں کو کی گئی عبادت و ریاضت و قرآن خوانی، دن کی دعوت کا equal and opposite عکس بنتا.

ناشئۃ: رات کو سو کر اٹھنا۔ بعض نے لکھا ہے، "قومَ بعد نوم"، یعنی تھوڑا سا سوکے پھر اٹھنا۔ معنی یہ ہے "ناشئۃ" کا، صرف اٹھنا نہیں، بلکہ نیند

کے بعد اٹھنا۔ رات کو تھوڑا سا سونے کے بعد پھر اٹھنا، یہ ترجمہ کریں تو ٹھیک ہوسکتا ہے۔ **(حافظ احمد یار، آڈیو 180، ٹائیم 24:00)**

⚒ آج کے مصروف دور میں بھی، رات کا ایک حصہ نکال کر قرآن پڑھنا یا دعا کرنا انسان کی روحانی زندگی میں انقلاب لا سکتا ہے۔
تہجد اور رات کی تلاوت انسان کو ذہنی سکون اور عملی استقامت دیتی ہے۔

قراءتوں کا فرق

📖 **یاد رکھیے، قرآن مجید کے قرائتوں کا جو اختلاف ہے، وہ اس بنا پر نہیں ہے کہ جو حضرت عثمان کا نسخہ تھا اس میں زبر زیر نہیں تھی، نکتے نہیں تھے، لحاظہ کسی نے کسی طرح پڑھ لیا، اور کسی نے کسی طرح پڑھ لیا۔ "قراءت کی تو روایت ہے، کہ اسکو یوں پڑھا، سنا استاد سے۔**

قراءت روایت ہے، قراءت تُک نہیں ہے، جیسے ہمیں انگریزی کا اُستاد پڑھاتا تھا کہ اس کو پڑھنا ہے put اور اس کو پڑھنا ہے cut، اور اس کو پڑھنا ہے police اور اس کو پڑھنا ہے rice۔ جیسے استاد سے سنا ویسے پڑھنا ہے۔ ... اُن قاریوں کے پڑھانے میں، جو کوفہ بھیجا گیا تھا وہ شاید کچھ اور طرح سے بعض لفظ پڑھاتا تھا، جو دمشق بھیجا گیا تھا وہ کچھ اور طرح پڑھاتا تھا۔ اور اس کی شاید کچھ اور وجوہات بھی تھے ... تلفظ و ادا کی حد تک۔ بعد میں یہ جمع ہوگیا کہ کوفہ والے نے جی یوں پڑھایا تھا، مدینے والے نے یوں پڑھایا تھا۔ پھر وہ کتابیں بن گئیں۔

وہ جو اختلاف تھا نا، حضرت عثمان سے پہلے، وہ تھا unlimited، کیونکہ قبائل میں ان کی اپنی بولی میں پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی، اس سے تو لفظ بالکل بگڑ گئے۔ اب اس کو limited یوں کیا کہ جو بطریقِ

صحیح روایت قراءت ثابت ہے۔ اور حضرت عثمان کا نسخہ ان روایات کو سامنے رکھ کر مرتب ہوا تھا۔

مطلب "فتبینوا"، "فتثبتوا" دونوں روایتیں ہیں۔ داندانے ہی ہے نا، جہاں تک نقطوں کا تعلق تھا، ایک جیسے بن جاتے ہیں۔ اس طرح یہ سات قراءتیں develop ہوئی، کوئی دمشق کے قاری کے مطابق، کوئی کوفہ کے مطابق، ...

اکثر ان میں بس تلفظ کا ہی (فرق) ہے۔ بہرحال اس وقت چار قراءتوں کے قرآن تو لکھے ہوئے ملتے ہیں، چھپ چکے ہیں۔ حفص کا ہمارے ہاں چلتا ہے، ورش کا قرآن سارے تقریبا افریکہ میں چلتی ہے۔

تمام افریکی ملکوں میں یہ رواج ہے کہ ف کے نیچے ایک نکتہ دیتے ہیں، اور ق کے اوپر ایک نکتہ دیتے ہیں۔ (حافظ احمد یار، آڈیو، 180، ٹائیم 29:00)

10متواتر قراءتیں کون سی ہیں؟

قاری کا نام	شہر / علاقہ	راویان (دو)
.1نافع	مدینہ	قالون، ورش
.2ابن کثیر	مکہ	البزی، قنبل
.3ابو عمرو	بصره	الدوري، السوسي
.4ابن عامر	شام	هشام، ابن ذكوان
.5عاصم	کوفہ	حفص، شعبة
.6حمزه	کوفہ	خلف، خلاد
.7کسائی	کوفہ	الدوري، أبو الحارث
.8ابو جعفر	مدینہ	ابن وردان، ابن جماز
.9یعقوب	بصره	رویس، روح
.10خلف (ابن خلیف)	کوفہ	إسحاق، إدريس

🌍 دنیا کے ممالک میں رائج قراءات

ملک / خطہ	راوی	رائج قراءت
سعودی عرب	حفص	حفص عن عاصم
پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش	حفص	حفص عن عاصم
مصر	حفص	حفص عن عاصم
شام (سوریہ)	ہشام، ابن ذکوان	ابن عامر
لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش، موریتانیہ	ورش	ورش عن نافع
سوڈان	الدوري	الدوري عن أبو عمرو
یمن	متفرق	راوی ورش یا قالون
مغربی افریقہ (مالی، نائجیریا وغیرہ)	مختلف	ورش / قالون / الدوري

📖 **وَّ اَقوَمُ قِیلًا: کلام زیادہ سنجیدہ اور پختہ ہوتا ہے۔ یعنی رات کی تاریکی میں انسان جب عبادت کے لیے اذکار و تلاوت کو زبان پر جاری کر رہا ہو تو یہ صرف زبان پر جاری ہو کر گزر نہیں جائیں گے بلکہ اقوم ہوگا، پائیدار ہو گا، دل میں ٹھہر جائے گا۔**

خلاصہ یہ ہے کہ ایک عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے رات کی تاریکی، پرسکون ماحول اور فارغ البال لمحات زیادہ مناسب ہیں جن میں دنیا والوں کے شور و غل سے فارغ، یکسو سناٹا میسر آتا ہے اور اپنے خالق سے بہتر اور بیشتر طاقت حاصل کی جا سکتی ہے۔

رات کو روح میں صفائی، عقل کو فراغت، ذہن کو سکون اور ضمیر، وجدان کو مطلوبہ فضا میسر آتی ہے۔ (کوثر)

7۔ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا ۷

بے شک آپ کے لئے دن میں طویل مصروفیات ہیں۔

(اظہر)

دن کی جدوجہد:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا

"وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو روشنی والا بنایا تاکہ اس میں (کام کاج) کرو"

(یونس، 10:67)

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿11﴾

"اور ہم نے دن کو زندگی گزارنے کا وقت بنایا"

(النبأ، 78:11)

اَفَرَاَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿71﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿73﴾

"کیا تم نے اس آگ کو دیکھا جو تم سلگاتے ہو؟ ہم نے اسے یاد دہانی اور مسافروں کے لیے فائدہ بنایا"

(الواقعۃ، 56:71-73)

لغوی و صرفی تحقیق

- **سَبۡحًا** ←مادہ (س ب ح) = تیرنا، حرکت کرنا، مسلسل چلتے رہنا۔ یہاں مراد ہے "مصروفیت، دوڑ دھوپ، کام میں لگا رہنا"۔
- **طَوِيۡلًا** ←مادہ (ط و ل) = لمبا، طویل، زیادہ وقت تک جاری رہنے والا۔
- **فِي النَّهَارِ** =دن کے وقت۔

اکثر مترجمین نے "طویل" کا ترجمہ "بہت" کیا ہے۔ یعنی دن میں آپ کو بہت مصروفیات ہوتی ہیں۔ پر قرآن "طویل" بول رہا ہے، "کثیر" نہیں۔ ضروری نہیں کہ دن میں بہت سارے کام ہو، کام بھلے ایک، دو ہی کیوں نہ ہوں پر اگر طویل ہوں – کہ صبح سے شام ہوجائے، تو یہ بھی مصروف رہنے کے لیے کافی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے "طویل" کو "بڑی" لکھا ہے، جو کہ "طویل" کی مناسبت سے کافی حد تک ٹھیک ہے،

یقینا دن کے اوقات میں تو آپ ﷺ کے لیے بڑی مصروفیات ہیں۔ (اسرار احمد)

جبکہ زیادہ ٹھیٹھ "لمبا" ترجمہ کرنے والوں میں کچھ مترجمین مندرجہ ذیل ہیں:

البتہ تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے لمبا (محمود الحسن)
بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے (عبدالسلام بھٹوی)
دن کے وقت تو آپ کو لمبی چوڑی مصروفیات ہوتی ہیں۔ (عبدالرحمٰن کیلانی)

📖 **سَبحًا: (س ب ح) السبح کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گزر جانے کے ہیں۔ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا۔ (۷۹ نازعات: ۳) (کوثر)**

👁 **"سبحًا طویلا"** ایک نہایت بلیغ تعبیر ہے: جیسے پانی میں تیراک مسلسل حرکت کرتا ہے، ویسے ہی دن میں انسان مشغولیتوں میں ڈوبا رہتا ہے۔
نبی ﷺ کے لیے یہ مشغولیت عام لوگوں کے برعکس تبلیغ اور دعوت کے مشن کی تھی۔
اس لیے رات کی تنہائی اور سکون ضروری قرار دیا گیا تاکہ دن کی تھکن اور مصروفیات کو برداشت کرنے کی طاقت حاصل ہو۔

8۔ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا۔۸

اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے، اور (سب سے) کٹ کر صرف اُسی کی طر متوجہ ہوکر رہیے۔
(اظھر)

اللہ کا ذکر:
فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِىۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ ﴿152﴾
"پس میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو"
(البقرة، 2:152)

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ‌ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿28﴾
"جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔ جان لو! اللہ کے ذکر ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں"
(الرعد، 13:28)

وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ﴿25﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَسَبِّحۡهُ لَيۡلًا طَوِيۡلًا ﴿26﴾

"اپنے رب کا نام صبح اور شام یاد کرو، اور رات میں اس کو سجدہ کرو، اور طویل رات تک اس کی تسبیح کرتے رہو"
(الانسان، 76:25-26)

لغوی و صرفی تحقیق
اذکر ←مادہ (ذ ك ر) = یاد کرنا، ذکر کرنا۔ فعل امر۔
اسم ربك =تیرے رب کا نام ← اس سے مراد اللہ کا ذکر، تسبیح، حمد۔
تبتل ←مادہ (ب ت ل) = کٹ جانا، منقطع ہونا۔ **"بتول"** (سیدہ مریمؑ کا لقب) بھی اسی سے ہے، یعنی دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی عبادت میں یکسو ہونا۔
تبتیلا =مبالغہ کے ساتھ کٹ جانا، یعنی خالص یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔

تَبَتَّل: (ب ت ل) تَبَتَّل کے معنی ہیں اخلاص نیت اور عبادت میں سب سے کٹ کر ایک خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ. حضرت مریم اور حضرت زہراعلیہما السلام کو بتول اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ہستیاں دنیا کی ہر آلائش سے کٹ کر اللہ کی بندگی کرتی تھیں. (کوثر)

وَ تَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلًا :سب سے کٹ کر یکسو ہو جاؤ. اس جگہ تَبَتَّل سے مراد غیر اللہ کی عبادت اور غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرنے سے پرہیز ہے جب کہ حدیث میں جس تَبَتَّل سے منع فرمایا ہے وہ ازدواجی زندگی اختیار نہ کرنے کے بارے میں ہے.
دعائم الاسلام میں ہے:
عن رسول اللہ اَنَّہُ نَہَی عَنِ التَّبَتُّلِ وَ نَہَی النِّسَاءَ اَنْ یَتَبَتَّلْنَ وَ یَقْطَعْنَ اَنْفُسَہُنَّ مِنَ الْاَزْوَاجِ. (مستدرک الوسائل ۱۴ :۲۴۸)

ایک روایت میں پیغمبر گرامی اسلام سے یہ نقل ہوا ہے کہ:
لارھبانیۃ، ولاتبتل فی الإسلام

"اسلام میں نہ تو رہبانیت ہے اور نہ ہی تبتل۔"(تفسیر نمونہ)

📖 **وتبتل الیہ تبتیلا۔ تبتل کا معنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہوکررہ جانا، یعنی اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان، یا ایھا الذین آمنوالاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم (86) کی تفسیر میں یہ بات گزرچکی ہے جو آدمی الگ تھلگ ہوتا ہے اور رہبانیت کی راہ اختیار کرتا ہے وہ مکروہ ہے تو وہ بحث کافی ہے۔** (قرطبی)

❓ سوال: کیا "تبتل" کا مطلب ہے کہ دنیاوی ذمہ داریاں چھوڑ دی جائیں؟

✅ جواب: نہیں، یہاں "تبتل" کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا سے کنارہ کشی کر لو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل کا سہارا صرف اللہ ہو، باقی دنیاوی کام بھی اسی نیت سے ہوں۔ قرآن نے رہبانیت کو پسند نہیں کیا (الحدید، 57:27)۔

❁ **ساختی و بلاغتی پہلو**

- "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ" ← جملہ نہایت مختصر مگر جامع ہے: رب کا ذکر ہر وقت دل میں رہے۔
- "تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" ← مصدرِ مؤکد کے ساتھ شدتِ تاکید، یعنی پوری طرح اللہ کی طرف مڑ جانا۔
- صوتی حسن: "تبتل – تبتیلا" ← ہم آہنگی دل پر اثر ڈالتی ہے۔

وکیل

9- رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ۹

مشرق و مغرب کا رب، نہیں ہے کوئی الٰہ الا ھو، پس اُسے اپنا وکیل بنائیے۔

(اظھر)

اللہ کا ربوبیت پر قبضہ:

فَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

"مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں، پس تم جدھر بھی رخ کرو، ادھر ہی اللہ کا چہرہ ہے"
(البقرۃ، 2:115)

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ
"کہہ دو: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہو اللہ"
(الرعد، 13:16)

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿59﴾
"وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں بنایا، پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ رحمن ہے، پس اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھو"
(الفرقان، 25:59)

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ
"اور اس پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا، اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو"
(الفرقان، 25:58)

✎ **یہ قرآن کی ابتدائی آیات ہیں، (سورہ علق، مدثر، مزمل، اور ن وقلم) ۔ اور قرآن کی شروعات میں ہے اللہ تعالیٰ حکم دے رہے، صرف اللہ ہی کو اپنا وکیل بناؤ، اللہ ہی سے لو لگاؤ، اللہ ہی کے سب سے کٹ کے ہوجاؤ... اللہ کے نیچے انبیاء و اولیاؤں کو بھی یہ درجہ نہ دو... بلکہ اللہ تعالیٰ نے صریحًا نبی اکرمﷺ کی ذات کے لیے یہ فرما دیا:**

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا (اسراء، 17:54)
"ہم نے تمھیں ان کے اوپر وکیل نہیں بنایا۔"

وَمَا جَعَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًاۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ (انعام، 6:107)
"ہم نے تمھیں ان پر حفیظ نہیں بنایا ہے ، اور نا ہی آپ ان کے وکیل ہیں۔"

اللہ ہی پر اللہ کے بندے کی توکل ہونی چاہیے، اور اللہ ہی اسکا وکیل ہے، اور اللہ کے بندے یہی کہتے ہیں:

وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ (آل عمران، 3:173)
"وہ کہتے ہیں، اللہ ہمارے لیے کافی ہے، اور وہ بہترین وکیل ہے۔"

❓ سوال: "مشرق و مغرب" ہی کیوں ذکر کیا، باقی جہات (شمال، جنوب) کیوں نہیں؟
✅ جواب: عربی اسلوب میں "مشرق و مغرب" کا ذکر کل جہات کے کنایہ کے طور پر ہے۔ جیسے "صبح و شام" بولنے سے پورا دن مراد لیا جاتا ہے۔ یہاں مراد پوری کائنات ہے۔

⚒️ آج کے انسان کے لیے سبق: اصل کارساز صرف اللہ ہے، باقی سب اسباب عارضی ہیں۔
مسلمان کو ہر حال میں اپنے معاملات اللہ کے سپرد کرنے چاہییں، یہ عقیدہ مایوسی اور بے بسی کا علاج ہے۔

10- وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ١٠

اور جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں اس پر صبر کیجیے اور ان کو چھوڑ دیجیے بڑی خوبصورتی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے۔

— بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد)

لا اکراہ فی الدین (بقرہ، 2:256)

① صبر پر تاکید:
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ
"پس صبر کرو جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا"
(الأحقاف، 46:35)

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿24﴾
"پس اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کرو، اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی اطاعت نہ کرو"
(الانسان، 76:24)

② خوبصورت ہجرت / کنارہ کشی:
فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿85﴾
"پس انہیں اچھے طریقے سے درگزر کرو"
(الحجر، 15:85)

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
"تو ان سے اعراض کر اور انہیں نصیحت کرتا رہ"
(النساء، 4:63)

❶ شانِ نزول / تاریخی پس منظر

یہ آیت مکی دور میں نازل ہوئی جب مشرکین نبی ﷺ پر طرح طرح کے طعنے، الزامات اور توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔ اللہ نے نبی ﷺ کو تسلی دی کہ ان کی باتوں پر صبر کریں اور بدلہ لینے کے بجائے وقار کے ساتھ کنارہ کش رہیں۔

صبر صرف برداشت کا نام نہیں بلکہ ایک **مضبوط حکمت عملی** ہے۔

- "ہجرًا جمیلا" کا مطلب ہے: وقتی طور پر ٹکراؤ سے بچنا تاکہ دعوت کا اصل مقصد آگے بڑھ سکے۔
- یہ طرزِ عمل بتاتا ہے کہ دین کا پیغام جارحیت یا غصے سے نہیں بلکہ وقار اور حکمت سے پھیلتا ہے۔

آج کے مسلمان کو سوشل یا ذاتی مخالفت کا سامنا ہو تو "ہجرًا جمیلا" یعنی وقار کے ساتھ کنارہ کش رہنا بہترین رویہ ہے۔

معاد

11۔ وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَۃِ وَمَہِّلۡہُمۡ قَلِیۡلًا ۱۱

آپ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیں جو بڑی نعمتوں سے نوازے گئے ہیں اور ابھی آپ انہیں تھوڑی سی مہلت دیں۔

بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد)

❶ منکروں کو مہلت دینا:

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿44﴾

"تو مجھے اور اس (قرآن) کو جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے، ہم انہیں آہستہ آہستہ پکڑیں گے جہاں سے وہ جانیں گے بھی نہیں"

(القلم، 68:44)

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿44﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿45﴾

"میں انہیں ڈھیل دیتا ہوں، بے شک میری تدبیر مضبوط ہے"

(الأعراف، 7:183)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۚ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿178﴾

"کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے لیے اچھا ہے، ہم تو انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور بڑھ جائیں، اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے"

(آل عمران، 3:178)

📖 **نِعمت کا معنی ہوتا ہے "انعام"، اور نَعمت کا معنی ہوتا ہے "خوش حالی، آسودگی"۔ نون کی زبر ہو تو یہ معنی تھوڑے سے فرق کے ساتھ ہوتا ہے۔**

وَّنَعمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَٰكِهِينَ ۙ (دخان، 44:27)

اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کررہے تھے۔

(حافظ احمد یار، آڈیو 180، ٹائیم 40:00)

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

یہ آیت ان قریش کے سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی جو خوشحال، مالدار اور دنیاوی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے تھے مگر قرآن کو جھٹلاتے اور نبی ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ نے فرمایا: ان کا معاملہ میرے حوالے کر دو، یہ تھوڑی ڈھیل پائیں گے، پھر پکڑے جائیں گے۔

"اولی النعمة" ← اصل امتحان نعمتوں سے ہے؛ اکثر خوشحال لوگ حق کو جھٹلاتے ہیں۔
"مهلهم قليلا" ← یہ دنیاوی ڈھیل وقتی ہے، اصل پکڑ آخرت میں ہے۔
یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ کی سنت ہے: وہ کافروں کو مہلت دیتا ہے مگر ہمیشہ کے لیے نہیں۔

❓ سوال: اللہ اگر چاہے تو فوراً پکڑ سکتا ہے، پھر مہلت کیوں دیتا ہے؟
✅ جواب:

1. تاکہ حجت پوری ہو (لوگوں کو سوچنے اور توبہ کا موقع ملے)۔
2. تاکہ ان کے گناہ بڑھ جائیں اور پکڑ شدید ہو۔
3. تاکہ اہل ایمان کو معلوم ہو کہ دنیاوی طاقت وقتی ہے۔

✏ **دنیا میں جب دو بندوں کے آپس میں نزاع ہوجاتا ہے اور معاملہ سنگین ہوجائے، تو ان میں سے کوئی ایک جب بے بس ہوجاتا ہے، تو دوسرے کے متعلق کہہ سکتا کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے، اب اس**

معاملے میں تمہارے میرے بیچ اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔(یعنی اللہ تمہیں دیکھ لے گا۔)
پر نبی کریمﷺ کی شان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عظیم بات ہے کہ ذاتِ باری تعالٰی خود فرما رہی، ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو، انہیں میں خود دیکھ لوں گا!
حالانکہ اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کی "ٹین کمانڈمینٹس" اور مسلمانوں میں بھی یہ بات ہے کہ اللہ تعالٰی کا نام لے کر بے جا قسمیں نہ کھائو... مسلمانوں کو تو منع کیا جارہا، آپس کی چھوٹی موٹی باتوں میں اللہ کو بیچ میں مت لائو۔ پر نبی کریمﷺ کے لیے اللہ تعالٰی خود سے "نوٹس لیتے ہوئے" بیچ میں آرہے!

12۔ اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِيۡمًا ۙ‏ ۱۲

ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔
بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد)

❶ زنجیروں اور بیڑیوں کا ذکر:
اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ﴿71﴾ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿72﴾
"جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، وہ گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے"
(غافر، 40:71-72)

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ﴿12﴾ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿13﴾
(المؤمن، 40:71-72 کے مماثل آیات دیگر جگہ بھی ہیں)

❷ جہنم کی بھڑکتی آگ:
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَرٰى ﴿36﴾
"اور جہنم کو سامنے لے آیا جائے گا دیکھنے والوں کے لیے"
(النازعات، 79:36)

كَلَّاۤ اِنَّهَا لَظٰى ﴿14﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿15﴾
"ہرگز نہیں! وہ بھڑکتی آگ ہے، جو کھال کھینچ لے گی"
(المعارج، 70:14-15)

لغوی و صرفی تحقیق

- **أنکال** ←مادہ (ن ك ل)۔ اصل معنی: روک دینا، باندھ دینا۔ "نِکْل" = بیڑی، زنجیر۔
- **جحیم** ←مادہ (ج ح م)۔ اصل معنی: بھڑکتی آگ، انتہائی شدید اور دہکتی ہوئی آگ۔

❓ سوال: کیوں اللہ نعمتوں میں پلنے والے منکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ آخرت کے لیے بچا کر رکھتا ہے؟

✅ جواب:

1. دنیا دارالامتحان ہے، فوری سزا امتحان کا مقصد ختم کر دیتی۔
2. ڈھیل دینا اصل پکڑ کو اور زیادہ سخت بنا دیتا ہے (آل عمران، 3:178)۔
3. آخرت کی سزا دنیا کی کسی سزا سے زیادہ شدید اور ابدی ہے۔

اجر میں تاخیر، اجر کی شدت، وسعت، پائداری کو بڑھا دیتی ہے، اور جتنی تاخیر اتنا اس میں زیادہ شدت۔ فلاسفیانہ انداز سے اس کی مثال درخت کے بیج اور درخت کی سی ہے۔ کہ بیج اور چھوٹا سا معمولی سی چیز ہوتا ہے، پر جب اس میں سے درخت نکلتا ہے، (اگرچہ بیج سے درخت تک کچھ ٹائیم لگتا ہے) پر جب درخت بن جاتا ہے تو پھر وہ کئی صدیوں تک زندہ رہ سکتا ہے، اور اس بیچ کئی پتے، پھل، ٹھنیاں نکلتی ہیں، کئی لوگوں کو چھائوں اور لکڑیوں سے آگ جلانے کا سامان، کئی پرندوں کو گھوسلے بنانے کی جگہ، کئی جانوروں کی خوراک اور کئی کیڑے مکوڑوں کے مسکن کا سبب بنتا۔

اس لیے دنیا میں کی گئی ایک چھوٹی نیکی، یا چھوٹی بدی، قیامت کے دن ایک تناور درخت سے بھی کئی گنا بڑی ہوسکتی۔ (کہ اجر جتنا تاخیر سے ملتا ہے، وہ اتنا بڑھا چڑھا کر ملتا ہے۔)

13۔ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيۡمًا ١٣

اور حلق میں اٹک جانے والا کھانا اور نہایت دردناک عذاب ہے

(طاہرالقادری)

① جہنمی کھانے کی کیفیت:

لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ﴿6﴾ لَا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ﴿7﴾

"ان کے لیے کوئی کھانا نہیں سوائے کانٹے دار جھاڑی کے، جو نہ انہیں فربہ کرے اور نہ بھوک مٹائے"

(الغاشیہ، 7-88:6)

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ﴿43﴾ طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ ﴿44﴾ كَالۡمُهۡلِ يَغۡلِىۡ فِى الۡبُطُوۡنِ ﴿45﴾

"یقیناً زقوم کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہے، جیسے پگھلا ہوا تانبہ پیٹوں میں جوش کھائے گا"

(الدخان، 45-44:43)

وَسُقُوۡا مَآءً حَمِيۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ﴿15﴾

"اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا"

(محمد، 47:15)

لغوی و صرفی تحقیق

- **طعامًا** ←مادہ (ط ع م) = کھانا، خوراک۔
- **غُصَّة** ←مادہ (غ ص ص) = گھٹن، دم گھٹنا، نگلنے میں تکلیف ہونا۔
- **أليم** ←مادہ (أ ل م) = درد، دکھ۔ "عذاب أليم" = سخت اور دردناک سزا۔

یہ جو غصہ اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اصل میں غصہ معنی ہوتا ہے کوئی چیز گلہ میں پھنس جانا اور تکلیف میں مبتلا ہونا۔ اس سے پھر "ذا غصة" غصہ والا، یعنی گلہ میں پھنس جانے والی کیفیت والا کھانا۔

(حافظ احمد یار، آڈیو 180، ٹائیم 43:00)

تبھی شاید روایت میں آیا ہے کہ "غصہ پی جائو۔" یعنی یہ جو گلہ میں تمہارے پھنسا ہے، اسے نگل لو اندر۔

سوال: اگر جہنمیوں کے لیے کھانے کو عذاب ہی بنانا ہے تو کھانا دینے کی ضرورت کیوں؟

✅ جواب: یہ "مزید اذیت" کے لیے ہے۔ بھوک مٹانے والا کھانا نہیں، بلکہ ایسا کھانا جو خود عذاب بن جائے۔ یعنی ان کی جسمانی ضرورت بھی عذاب کا ذریعہ بنا دی گئی۔

14- يَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِيۡبًا مَّهِيۡلًا ١٤

جس دن زمین اور پہاڑ کانپے گیں اور پہاڑ ہوجائیں گے بکھرے ہوئے ٹیلے۔
(اظھر)

❶ قیامت کے دن زمین و پہاڑوں کی کیفیت:
يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿6﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿7﴾
"جس دن پہلا جھٹکا لرزائے گا، پھر اس کے پیچھے دوسرا آئے گا"
(النازعات، 79:6-7)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿105﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿106﴾
"اور تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر انہیں صاف ہموار زمین کر دے گا"
(طٰهٰ، 20:105-106)

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿5﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ﴿6﴾
"اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، تو وہ غبار کی مانند بکھر جائیں گے"
(الواقعہ، 56:5-6)

ترجف ←مادہ (ر ج ف) = لرزنا، کانپنا، زلزلہ آنا۔
كثيب ←مادہ (ك ث ب) = ریت کا ٹیلہ یا ڈھیری۔
مهيل ←مادہ (ھ ي ل) = نرم و بکھرنے والی ریت، جو ہاتھ لگاتے ہی ٹوٹ کر گر جائے۔

⚒️ پہاڑوں کی مضبوطی انسان کو بھروسہ دیتی ہے، لیکن قرآن یاد دلاتا ہے کہ ان سے بھی زیادہ مضبوط اللہ کی قدرت ہے۔
یہ آیت انسان کو عاجزی اور فنا کی حقیقت یاد دلاتی ہے تاکہ دنیا کے غرور میں نہ بہکے۔

یہ نبی موسیٰؑ جیسا

15- اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۬ۙ شَاہِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ؕ۱۵

یقیناً ہم نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا، ان کے اوپر شاہد جیسے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

(اظھر)

➊ رسولوں کا مقصد:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ

"رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت باقی نہ رہے"

(النساء، 4:165)

➋ رسول کی گواہی:

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿41﴾

"اور ہم نے آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر بھیجا ہے"

(النساء، 4:41)

➌ فرعون کی طرف رسول:

فَاَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿17﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿16﴾

"تو ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا، لیکن فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی، تو ہم نے اسے سخت پکڑ میں پکڑا"

(المزمل، 73:16)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

"اور ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے"

(ابراہیم، 14:5)

لغوی و صرفی تحقیق

- **أرسلنا** ←مادہ (ر س ل) = بھیجنا، پیغام دینا۔
- **رسولًا** ←پیغام لانے والا، نبی۔
- **شاھدًا** ←مادہ (ش ھ د) = گواہی دینا، حاضر ہونا۔ یہاں مراد: رسول قیامت کے دن امت پر گواہی دے گا۔

✎ **ممثلت: آپ رسول ﷺ، جیسے فرعون کی طرف بھیجا گیا رسول.**

✎ **ایک حدیث بیان کی جاتی کہ جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا وہ اس امت میں بھی ہو کر رہیگا:**

- **تم اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز میں اتباع کرو گے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔ "ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا پھر اور کون۔ (بخاری، 7320)**

اس حدیث کی روشنی میں، اور اس آیت کے مطابق، ہمارے رسول، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے تھے۔ اور اس بات کے تحت دونوں میں کئی مماثلت پائی جاتی ہیں، جیسے:

1. **حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ، جو انکے وزیر اور خلیفہ تھے:**

۞ **وَوَٰعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَـٰثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَـٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَـٰتُ رَبِّهِۦٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَـٰرُونَ ٱخْلُفْنِى فِى قَوْمِى وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ ٱلْمُفْسِدِينَ ١٤٢ (اعراف، 7:142)**

اور ہم نے بلایا موسیٰؑ کو تیس راتوں کے لیے اور مکمل کردیا ہم نے اس مدت کو دس (مزید راتوں) سے تو مدت پوری ہوگئی اس کے رب کی چالیس راتوں کی اور (جاتے ہوئے) کہا موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہ میری قوم کے اندر میری نیابت کے فرائض ادا کرنا اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔ —

اور اس طرح، نبی اکرمﷺ نے امام علی علیہ السلام کو اپنا بھائی کہا، کزن کے حیثیت وہ بھائی تو پہلے سے تھے، پر مزید ہجرت کے بعد نبی اکرمﷺ نے جب انصار و مہاجرین میں "اخوت" قائم کی اس میں حضرت علیؑ کو اپنا اخی بنایا۔

حدیث منزلت

مزید حدیثِ منزلت میں کلیئر کردیا، کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی.

- **"انّ رسول اللهخرج الیٰ تبوک واستخلف علیّاً فقال: أ تخلفنی فی الصبیان والنساء، قال: ألا ترضیٰ أن تکون منّی بمنزلة هارون من موسیٰ الّا أنّہ لا نبیّ بعدی"**
"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تبوک کی جانب روانہ ہوئے تو آپ نے اپنی جگہ علی کو مقرر کیا، علی نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑے جاتے ہیں (اور اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ مَیں آپ کے ہمراہ جنگ کے لئے آؤں) پیغمبر نے فرمایا: یا علی! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمھاری حیثیت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا .(تفسیر نمونہ، Tafseer e Namoona)

⇦ تفسیر نمونہ کے بقول حدیث منزلت ایک بار نہیں بلکه مختلف مواقع پر کم سے کم سات بار بیان ہوئی ہے: تفصیل: Tafseer e Namoona

- **"حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ دیا تو انہوں نے عرض کیا، کیا آپﷺ مجھ کو بوں اور عورتوں میں خلیفہ بنا کر چھوڑ رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کیا تم اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ اور**

درجہ میری نسبت سے وہ ہو جو ہارون کا مرتبہ و درجہ موسیٰ کی نسبت سے تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ (سنی حوالہ: معارف الحدیث 2057، بحوالہ بخاری و مسلم)

بائیبل میں لکھا ہے ایک نبی آئے گا جو موسیٰ جیسا ہوگا

✎ یہ بات توریت میں بھی موجود ہے، حضــرت موســیٰؑ کہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان تمہارے بھائیوں میں ســے ایک پیغمبر مبعوث کریں گے جو مجھ جیسا ہوگا:

🕮 [15] The LORD your **God will raise up for you a prophet like me** from among you, from your fellow Israelites. You must listen to him. [16] For this is what you asked of the LORD your God at Horeb on the day of the assembly when you said, "Let us not hear the voice of the LORD our God nor see this great fire anymore, or we will die."

[17] The LORD said to me: "What they say is good. [18] I will raise up for them a prophet like you from among their fellow Israelites, and I will put my words in his mouth. He will tell them everything I command him. [19] I myself will call to account anyone who does not listen to my words that the prophet speaks in my name. **(Deuteronomy, Ch. 18)**

[10] **Since then, no prophet has risen in Israel like Moses**, whom the LORD knew face to face, [11] who did all those signs and wonders the LORD sent him to do in Egypt—to Pharaoh and to all his officials and to his whole land. [12] For no one has ever shown the mighty power or performed the awesome deeds that Moses did in the sight of all Israel. **(Deuteronomy, Ch. 34)**

✎ اب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جس نبی کے آنے کا ذکر ہے، وہ دراصل حضرت عسیٰ علیہ السلام ہیں.

✎ پر خود بائیبل کی ڈیوٹرانامی کی کتاب نے واضح کردیا، کہ بنی سرائیل کی پوری تاریخ میں حضرت موسیٰؑ جیسا پیغمبر کبھی نہیں آیا.

✎ ایسا ایک پیغمبر جو آنا تھا، وہ بنو اسماعیل میں سے آنا تھا، نا کہ بنو اسحاق میں سے۔ (یعنی ممکن ہے، بائیبل میں تحریف کرنے والوں نے، Fellow Brothers کی جگہ Fellow Israelites لکھ دیا ہو۔ واللہ اعلم)

تینوں انبیاء اکرام میں ممثالت

✎ اگر نبی کریمﷺ اور حضرت موسٰی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آپس میں مماثلت چیک کریں تو:

⇦ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، پر حضرت موسیٰؑ اور نبی اکرمﷺ ماں باپ کے ذریعے پیدا ہوئے۔

⇦ حضرت عیسیٰؑ نے شادی نہیں کی، اور نہ ہی اولاد تھی، پر حضرت موسیٰؑ اور نبی اکرمﷺ نے شادیاں کی اور اولاد بھی تھی۔

⇦ حضرت عیسیٰؑ کی آسمان پر اٹھا لیے گئے، پر حضرت موسیٰؑ اور نبی اکرمﷺ نے اپنی حیاتِ دنیاوی دنیا میں مکمل کی، اور رواجی موت سے ہمکنار ہوئے۔

- نبی اکرمﷺ اور حضرت موسیٰؑ دونوں باشریعت تھے، اپنی ایک شریعت نافذ کرنے آئے تھے، پر حضرت عیسیؑ کوئی نئیں شریعت نہیں لائے تھے۔

- نبی اکرمﷺ اور حضرت موسیٰؑ دونوں نے جنگیں لڑیں، پر حضرت عیسیٰؑ نے ایسا نہیں کیا۔

- نبی اکرمﷺ اور حضرت موسیٰؑ نے ہجرت کی، پر حضرت عیسیٰؑ نے نہیں کی۔

- حضرت موسٰی سے اللہ تعالٰی کے کوہِ طور پر کلام کیا، اور نبی کریمﷺ سے معراج کے موقع پر۔

- حضرت موسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں ایک نظام / ریاست قائم کی، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ریاست قائم کی۔

- دشمن پر فتح نصیب ہوئی، کہ اُدھر فرعون غرق ہوا، اور اِدھر فتح مکہ ہوا۔

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا قبیلہ "لاوی"
(اور حضرت محمد و امام علی کا قبیلہ بنو ہاشم)

- حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام لاوی قبیلے سے تھے۔ اور جتنے بھی مذہبی امور ہوتے تھے صرف اور صرف اس لاوی قبیلہ سرانجام دے سکتا تھا، اور اس لاوی قبیلہ میں بھی صرف و صرف حضرت ہارون کا گھرانہ ہی یہ کام سرانجام دے سکتا تھا (کوئی اور اگر ہاتھ ڈالتا تو

جل جاتا تھا) ، اور آج تک یہ سلسلہ ایسے ہیں ان میں چلا آرہا۔ اُن کو کسی مذہبی رسم کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے تو ان کو کسی Leviticus کی تلاش ہوتی ہے۔

⇦ (امامت کا حوالہ سورہ قصص میں آتا ہے جب قارون اور اسکے ہم خیال بھائی بند حضرت موسٰی علیہ السلام سے شکایت کرتے کے، یہ امامت صرف ہارون کو ہی کیوں؟ ہمیں کیوں نہیں، تو آگے اللہ تعالٰی جو جواب دیتے ہیں، وہ سورہ قصص دیکھ لیں)۔
اور یہ بات بائیبل (Hebrews, 5:4)، اعلیٰ پادری (highpriest/priesthood) کا انتخاب صرف اور صرف اللہ کرتا تھا۔ لوگوں کو اختیار نہیں کہ وہ خود سے امامت کو چنیں۔ (یہ سب چیزیں تاریخ سے عیاں ہیں اور بائیبل میں لکھی ہوئی ہیں)

امامت: ہارون علیہ السلام کے بیٹوں میں

✎ ان سب باتوں کے بعد، ایک اور خاص تمثیل رہ جاتی ہے۔ وہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سارے مذہبی امور کی دیکھ بھال، اور انکو نافذ کرنے کا ذمہ صرف و صرف حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کو تھا، اور بائیبل اس معاملے میں اتنا سخت الفاظ استعمال کرتا کہ اگر کوئی اور امور میں دخل اندازی کرے تو آگ اسے فورا جلادے۔

🕮 **18 The LORD said to Aaron**, “You, your sons and your family are to bear the responsibility for offenses connected with the sanctuary, and you and your sons alone are to bear the responsibility for offenses connected with the **priesthood**. [2] Bring your fellow Levites from your ancestral tribe to join you and assist you when you and your sons

minister before the tent of the covenant law. [3] They are to be responsible to you and are to perform all the duties of the tent, but they must not go near the furnishings of the sanctuary or the altar. Otherwise both they and you will die. [4] They are to join you and be responsible for the care of the tent of meeting—all the work at the tent—and no one else may come near where you are.

5 "You are to be responsible for the care of the sanctuary and the altar, so that my wrath will not fall on the Israelites again. 6 I myself have selected your fellow Levites from among the Israelites as a gift to you, dedicated to the LORD to do the work at the tent of meeting. [7] **But only you and your sons may serve as priests in connection with everything at the altar and inside the curtain.** I am giving you the service of the **priesthood as a gift**. Anyone else who comes near the sanctuary is to be **put to death**." **(Numbers: Ch. 18)**

5 So also Christ glorified not himself to be made an high priest; but he that said unto him, Thou art my Son, to day have I begotten thee.
6 As he saith also in another *place*, **Thou *art* a priest for ever after the order of Melchisedec."** (King James Bible, Psalms 110)

✐ **یہ جملہ بہت معنیٰ خیز ہے:**

"Thou art a priest for ever after the order of Melchisedec."

"Melchisedec" بائیبل میں پراسرار شخصیت ہے، یہ لفظ

melek(h) **/ملک یعنی بادشاہ، اور** ***ṣedeq*****, /صدیق یعنی سچا**

کے مرکب سے بنا ہے۔

اسلامی روایت کے مطابق، ممکن ہے اس سے مراد حضرت خضر /Khidr علیہ السلام ہوں۔ (اگر ایسا ہے تو امامت کی ابتداء بائیبل کی ورس کی روشنی میں انہیں سے ہوتی ہے۔)

- **اب بنی اسرائیلوں میں "نبی"، "بادشاہ"، اور "امام" (Prophet, King, Priest) تین رتبہ پائے جاتے ہیں۔**
اور قرآن کی ایک آیت کہتی ہے:

اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ۷ (رعد)
آپ تو بس خبردار کردینے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔

- **ان تینوں باتوں سے، اشارہ ملتا ہے، "امامت" بھی اللہ کے نزدیک ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔**

- **اب، حدیث "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس امت میں ہوکر رہے گا" کے تحت بنی اسرائیلوں میں اگر "امام" ہوا کرتے تھے، اور وہ امام "منصوص من اللہ" تھے، تو پھر اس امت میں بھی ایسا ہونا چاہیے۔**

And no man taketh this honour unto himself, but he that is called of God, as *was* Aaron. (Hebrews: 5:4)
And the LORD said to Moses, "Speak to the priests, the sons of Aaron, and say to them: 'None shall defile himself for the dead among his people, [Lev 21:1 NKJV]

These [are] the names of the sons of Aaron, the anointed priests, whom he consecrated to minister as priests. [Num 3:3 NKJV]

i. The true priesthood and high priest came from a specific line of descent**. Every priest came from Jacob, Abraham's grandson, whose name was changed to Israel.** Every priest came from Levi**, one of Israel's twelve sons. God set the tribe of Levi apart as a tribe to serve Him and represent Him to the whole nation of Israel (Exodus 3:2 and Numbers 3:40-41).**

ii. **Levi had three sons: Gershon, Kohath and Merari.** Each of these family lines had their own duties. The family of Gershon had care of the tabernacle's screen (veil), fence, and curtains (Numbers 3:25-26). The family of Kohath had care of the tabernacle's furnishings, such as the lampstand, altar of incense, and the ark of the covenant (Numbers 3:31-32). The family of Merari had care of the boards and pillars of the tabernacle and the fence (Numbers 3:36-37). These families were not properly *priests*, though they were *Levites*. **The priesthood itself came through Aaron, the brother of Moses, of the family of Kohath. Aaron's family and their descendants made up the priests and the high priest, those able to serve in the tabernacle itself and to offer sacrifice to God.** The high priest was generally the eldest son of Aaron**,** except if they disqualified themselves by sin (as Nadab and Abihu in Leviticus 10:1-3) or according to the regulations of Leviticus 21. **In this sense, the priesthood was not popularly elected but chosen by God. Man did not appoint the high priest**. (Hebrews, 5:4)

(Enduring Word Bible Commentary Hebrews Chapter 5)

امامت کا رتبہ خصوصا صرف ہارون اور بیٹوں کے لیے تھا!

✎ اس بائیبل کے اقتباس میں جہاں لفظ **priesthood** آیا ہے اسکا اردو ترجمہ میں **"امام"** لکھا ہوا ہے۔

1 رب نے ہارون سے کہا، ”مقدِس تیری، تیرے بیٹوں اور لاوی کے قبیلے کی ذمہ داری ہے۔ اگر اِس میں کوئی غلطی ہو جائے تو تم قصوروار ٹھہرو گے۔ **اِسی طرح اماموں کی خدمت صرف تیری اور تیرے بیٹوں کی ذمہ داری ہے۔**

7 **لیکن صرف تُو اور تیرے بیٹے امام کی خدمت سرانجام دیں۔ مَیں تمہیں امام کا عُہدہ تحفے کے طور پر دیتا ہوں۔ کوئی اَور قربان گاہ اور مُقدّس چیزوں کے نزدیک نہ آئے، ورنہ اُسے سزائے موت دی جائے۔“**

(حوالہ)

16- فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ١٦

پھر فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سختی سے گرفت میں لے لیا۔

(بلاغ القرآن)

❶ فرعون کی سرکشی اور انجام:

فَأَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْأُوْلٰى ﴿25﴾

"تو اللہ نے اسے پکڑا، آخرت اور پہلی دنیا کے لیے عبرت بنا کر"

(النازعات، 79:25)

فَأَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿40﴾

"تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا، سو دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا"

(القصص، 28:40)

لغوی و صرفی تحقیق

- **عصى** ←مادہ (ع ص ي) = نافرمانی کرنا، سرکشی کرنا۔
- **أخذًا** ←مادہ (أ خ ذ) = پکڑنا۔

- **وبیل** ←مادہ (و ب ل) = سخت، بھاری، شاق۔ قرآن میں "سوء العذاب" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
- **بامحاورہ :**تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی، پھر ہم نے اسے سخت پکڑ میں پکڑا۔

شانِ نزول / تاریخی پس منظر

یہ آیت مکی کفار کے لیے ایک **تاریخی مثال** ہے۔ جیسے فرعون نے موسیٰؑ کو جھٹلایا اور اس کے نتیجے میں تباہ ہوا، ایسے ہی اگر قریش کے سردار رسول اللہ ﷺ کو جھٹلائیں گے تو ان کا انجام بھی مختلف نہ ہوگا۔

❓ سوال: اگر فرعون کو فوراً پکڑ لیا گیا، تو مکہ کے کفار کو فوراً کیوں نہیں پکڑا گیا؟

✅ جواب:

- اللہ کی پکڑ کے مختلف مراحل ہیں۔ بعض کو دنیا میں بھی تباہ کیا گیا (جیسے عاد، ثمود، فرعون)، بعض کو مہلت دی گئی تاکہ قیامت میں ان پر ابدی سزا مزید سخت ہو۔
- مکی کفار کو بھی آخر کار بدر، احد اور فتح مکہ جیسے مواقع پر انجام دکھا دیا گیا۔

17- فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۖ ١٧

پھر کیسے تم بچوگے اگر تم نے کفر کیا اُس دن جو بچوں کو بوڑھا کردیگا۔

(اظھر)

① قیامت کی ہولناکی:

يَوْمًا كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿4﴾

"وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی"

(المعارج، 70:4)

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿2﴾

"جس دن تم اسے دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی اپنی دودھ پیتے کو بھول جائے گی، اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی، اور تم دیکھو گے لوگوں کو مست سا، حالانکہ وہ مست نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا"

(الحج، 22:2)

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿108﴾

"اور رحمن کے آگے سب آوازیں دب جائیں گی، سو تم صرف سرگوشی سنو گے"

(طٰہٰ، 20:108)

لغوی و صرفی تحقیق

- **تتقون** ←مادہ (و ق ي) = بچاؤ کرنا، ڈھال لینا۔
- **ولدان** ←مادہ (و ل د) = بچے، کم عمر۔
- **شيبًا** ←مادہ (ش ي ب) = بڑھاپا، بال سفید ہونا۔

18۔ اَلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ۱۸

اور (اس دن) آسمان اس سے پھٹ جائے گا، اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

(بلاغ القرآن)

① آسمان کا پھٹنا (قیامت کے دن):

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿1﴾ وَ اِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿2﴾

"جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے بکھر جائیں گے"

(الانفطار، 82:1-2)

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ﴿1﴾

"جب آسمان پھٹ جائے گا"

(الانشقاق، 84:1)

يَوۡمَ نَطۡوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿104﴾

"جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ جس طرح پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، اور ہم پورا کرنے والے ہیں"

(الانبیاء، 21:104)

لغوی و صرفی تحقیق

- **منفطر** ←مادہ (ف ط ر) = پھٹ جانا، شگاف پڑ جانا۔ "انفطار" کا مطلب ہے ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جانا۔
- **وعدہ** ←وعدہ، قول، عہد۔
- **مفعولًا** ←انجام پذیر، پورا کیا ہوا، وقوع پذیر ہونے والا۔

❓ سوال: "آسمان پھٹنے" سے مراد کیا ہے؟

✅ جواب:

- بعض کے نزدیک یہ **حقیقی معنوں میں** ہوگا: کائنات کی ساخت بکھر جائے گی، ستارے اور کہکشائیں ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائیں گی۔

- بعض کے نزدیک یہ **تمثیلی اظہار** ہے: یعنی نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا اور موجودہ ترتیب باقی نہ رہے گی۔
- جدید سائنسی نقطۂ نظر: Big Crunch یا Cosmic Collapse جیسی تھیوریز اس مفہوم کے قریب اشارہ کرتی ہیں۔

انّ ھٰذہ تذکرة

19- اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ١٩

بیشک یہ ایک نصیحت ہے، پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف سبیل اخذ کرلے۔

(اظھر)

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ ٥٤، فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۔ ٥٥(مدثر)

ص ۚ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (ص، 38:1)

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (حجر، 15:9)
"بیشک ہم نے ہی الذِّکر (قرآن) نازل فرمایا ہے، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

...وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ... (نحل، 16:44)
"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے وضاحت کریں جو ان پر نازل کیا گیا ہے"...

وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ(زخرف، 43:44)

وَهَـٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ (انبیاء، 21:50)
"اور یہ بابرکت ذکر ہے جو ہم نے نازل کیا ہے، تو کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟"

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (قمر، 54:17)
"اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت (ذکر) کے لیے آسان بنا دیا، تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟"

❶ قرآن بطور نصیحت:
هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿138﴾
"یہ (قرآن) سب لوگوں کے لیے بیان اور متقیوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے"
(آل عمران، 3:138)

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿27﴾
"یہ تو بس سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے"
(صٓ، 38:27)

❷ اللہ کی طرف راستہ اختیار کرنا:

يَهْدِيْ بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿16﴾
"اللہ اس (قرآن) کے ذریعے ان کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی خوشنودی کے طالب ہوں، اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے"
(المائدہ، 5:16)

✎ **سورہ مدثر و مزمل کی ابتداء بھی ایک ہی انداز سے ہوتی: یاایھاالمدثر، یاایھاالمزمل... اور انتہا بھی ایک ہی انداز سے ہوتی: اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ١٩، (مزمل) كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ ٥٤، فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۭ ٥٥(مدثر)**

قرآن کی حیثیت / Reminder" :تذکرة" ← انسان پہلے سے اللہ کی فطرت پر پیدا ہوا ہے (فطرت اللہ)، قرآن اسی فطرت کو جگانے کے لیے آیا ہے۔
"فمن شاء" ← اختیار انسان کے پاس ہے؛ اللہ نے انسان کو مجبور نہیں کیا بلکہ آزاد چھوڑا ہے تاکہ آزمایا جا سکے۔
"اتخذ إلى ربه سبيلا" ← مطلب یہ نہیں کہ کئی راستے ہیں، بلکہ سیدھا ایک ہی راستہ ہے: رب کی طرف رجوع۔

❓ سوال: اگر ہدایت کا اختیار انسان کے پاس ہے تو پھر گمراہ ہونے والوں کی ذمہ داری کس پر ہے؟

✅ جواب:

- قرآن کے مطابق ہدایت کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہے، مگر جو خود انکار کرے وہی محروم رہتا ہے۔
- اللہ صرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو سچائی کا طالب ہو۔ گمراہی کا انتخاب انسان خود کرتا ہے، پھر اللہ اس پر مہر لگا دیتا ہے (البقرہ، 2:7)۔

✎ **"اللہ کی ہدایت"** بھی اللہ کی طرف سے **"رحمت"** ہے، اور یہ رحمت ہر کسی کو **فری میں نہیں** ملتی۔ اور اللہ تعالٰی تو اپنی یہ رحمت دینیں کو

تیار ہیں، پر **بندے** کو تھوڑی سی **رغبت**، تھوڑی سی **کوشش** دکھانی پڑے گی۔

دوسری جانب: یہ محال ہے کہ بندہ تو سرے سے **انکاری** بنا بیٹھا ہے، اور اللہ تعالٰی کہیں کہ کوئی بات نہیں میں تجھے **جبرا ہدایت دوں** گا – ایسا ممکن نہیں، بلکہ عدل کے تقاضے کےخلاف ہے۔

20۔ ۞ اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَ نِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ‌ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ‌ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ‌ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى‌ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ‌ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ‌ۙ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا‌ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا‌ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ٢٠

آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی رات (تہجد کے لیے) کھڑے رہتے ہیں اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی (کھڑی رہتی ہے) اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے، اسے علم ہے کہ تم احاطہ نہیں کر سکتے ہو پس اللہ نے تم پر مہربانی کی لہٰذا تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو، اسے علم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ مریض ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل (روزی) کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ راہ خدا میں لڑتے ہیں، لہٰذا آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں عظیم تر پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، اللہ یقینا بڑا بخشنے والا، رحیم ہے۔

(بلاغ القرآن)

● قیام اللیل کی تخفیف:

قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿2﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انْقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ﴿3﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ﴿4﴾

"رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا، آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ، اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ"

(المزمل، 2:73-4)

❷ قرآن جتنا میسر ہو پڑھو:
فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ
(اسی آیت میں تکرار → تخفیف کی تاکید)

❸ نماز، زکوٰۃ اور انفاق:
وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ
(البقرہ، 2:43)

❹ قرضِ حسنہ:
مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿11﴾
"کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا دے، اور اس کے لیے عزت کا اجر ہو"
(الحدید، 57:11)

لغوی و صرفی تحقیق

- **تقوم** ←مادہ (ق و م) = قیام کرنا، کھڑا ہونا۔
- **یقدر** ←مادہ (ق د ر) = اندازہ لگانا، مقرر کرنا۔
- **فاقرءوا ما تیسر** =جتنا آسان ہو قرآن پڑھو۔
- **أقرضوا الله قرضًا حسنًا** =اللہ کو قرضِ حسنہ دو ← یعنی اللہ کی راہ میں اخلاص سے خرچ کرو۔
- **مغفور رحیم** ←بخشنے والا، رحم کرنے والا۔

یہ رکوع صرف ایک آیت پر مشتمل ہے۔ اس آیت کے زمانہ نزول کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں ان میں بہت اختلاف پایاجاتا ہے۔ کوئی روایت بتاتی ہے کہ یہ آیت اس سورت کے پہلے حصے کے نزول کے آٹھ ماہ بعد نازل ہوئی اور اس سے قیام اللیل کا پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔ کچھ روایات میں یہ مدت ایک سال اور کچھ میں 16 ماہ بتائی گئی ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور پہلی آیات کے گیارہ سال بعد نازل ہوئی۔ اس آیت کو سمجھنے اور اس سے متعلق روایات میں پائے جانے والے غیر معمولی اختلاف کی وجہ جاننے کے لیے میں ایک عرصہ تک پریشان رہا۔ اس میں حیرت کی بات یہ ہے کہ اس حوالے سے کسی تفسیر سے

بھی مجھے کوئی واضح راہنمائی نہ مل سکی۔ پھر کسی زمانے میں علامہ جلال الدین سیوطی رح کی کتاب ”الاتقان فی علوم القرآن“ کا مطالعہ کرتے ہوئے اتفاقاً مجھے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس - کا یہ قول مل گیا کہ یہ ایک نہیں دو آیات ہیں۔ چناچہ اس قول کی روشنی میں اس نکتے پر میرا دل مطمئن ہوگیا کہ اس کلام کا نزول تو دو حصوں میں ‘ دو الگ الگ مواقع پر ہوا ‘ لیکن حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اسے ایک آیت شمار کیا گیا۔

{ فَاقْرَئُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ } ”تو اب قرآن سے جتنا بآسانی پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رض کے مذکورہ قول کی روشنی میں میرا خیال ہے کہ اس آیت کا یہ حصہ پہلی آیات کے گیارہ ماہ یا ایک سال بعد نازل ہوا۔ اس حکم کے ذریعے دو تہائی یا نصف یا ایک تہائی رات تک قیام کرنے کی پابندی ختم کردی گئی اور یہ سہولت دے دی گئی کہ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق قیام اللیل میں جتنا ممکن ہو اتنا قرآن پڑھ لیا کرے۔ البتہ آیت کا دوسرا درج ذیل حصہ جس میں قتال کا ذکر ہے ‘ اس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہجرت سے متصلاً قبل یا ہجرت کے متصلاً بعدنازل ہوا۔ چناچہ گیارہ سال کے وقفے والی روایت اس حصے سے متعلق ہے۔ { عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰيلا } ”اللہ کے علم میں ہے کہ تم میں کچھ لوگ مریض ہوں گے “{ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ } ”اور بعض دوسرے زمین میں سفر کریں گے اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوں گے “{ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ } ”اور کچھ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے “اب ظاہر ہے ایسے

لوگوں کے لیے رات کو طویل قیام کرنا ممکن نہیں۔ { فَاقْرَئُ وْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُلا } ”چناچہ جس قدر تمہارے لیے آسان ہو ‘ اس میں سے پڑھ لیا کرو “{ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ } ”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو “ اب اس حکم میں نماز پنجگانہ کی تاکید ہے اور نماز پنجگانہ ظاہر ہے 10 نبوی میں معراج کے موقع پر فرض ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے بھی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ آیت کا یہ حصہ 10 نبوی کے بعد ہجرت سے پہلے یا ہجرت کے فوراً بعد نازل ہوا۔ اس حکم میں پانچ نمازوں کو قیام اللیل کا بدل قرار دے دیا گیا ‘ البتہ رمضان میں قیام اللیل کا معاملہ اس سے مستثنیٰ رہا۔(اسرار احمد)

📖 وَ طَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِینَ مَعَکَ :اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی رات کو تہجد کے لیے کھڑی رہتی ہے۔
شواھد التنزیل کے اسی صفحہ پر حضرت ابن عباس سے یہ روایت بھی مذکور ہے۔
فاول من صلی مع رسو اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علی بن ابی طالب و اول من قام اللیل معہ علی....
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے جس نے نماز پڑھی وہ علی بن ابی طالب (علیہ السلام) ہیں اور سب سے پہلے آپ کے ساتھ رات کو نماز تہجد کے لیے کھڑے رہے وہ علی (علیہ السلام) ہیں۔

📖 " وَاستَغفِرُوا اللّٰہَ "استغفار کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ استغفار رزق کو کھینچ کر تمہارے پاس آجاتا ہے۔ (مولا علیؑ)

- اسلام کا مزاج سختی نہیں بلکہ سہولت ہے۔
عبادات میں اصل روح **"استمرار"** ہے، چاہے مقدار کم ہو۔
قرآن کا قیام ← (Night Meditation) دل و دماغ کو ایمان کے ساتھ جوڑنے کا ذریعہ ہے۔
"قرضًا حسنًا" ← انسان کا خرچ دراصل اللہ کے نام پر **سرمایہ کاری** ہے، جو کئی گنا واپس ملتی ہے۔

نماز کا بنیادی مقصد ذکرِ قرآن ہے

فَاقرَءُوا مَا تَیَسَّرَ مِنَ القُراٰنِ :لہٰذا تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ قرائۃ القرآن سے مراد نماز ہے۔

؟ کیا "نماز" ہی کو "قرآن" کہا گیا ہے؟ جیسے فرمایا:

وَ قُراٰنَ الفَجرِؕ اِنَّ قُراٰنَ الفَجرِ کَانَ مَشہُودًا﴿۷۸﴾ (۱۷ بنی اسرائیل: ۷۸)
اور فجر کی نماز (پڑھنا) بھی کیونکہ فجر کی نماز (ملائکہ کے) حضور کا وقت ہے۔

اس آیت میں صبح کی نماز کو قرآن کہا ہے یا نماز تہجد میں قرآن پڑھنا مستحب ہے اس میں آسانی دی گئی ہے یا تہجد میں قرآن کی مقدار میں آسانی دی گئی ہے یا نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے کے لیے فرمایا ہے۔ چند ایک نظریات ہیں۔
ہمارے نزدیک نماز میں قرآن پڑھنے کے لیے فرمایا ہے کہ نماز شب میں رات کی مقدار کا تعین تم نہیں کر سکتے ہو لہٰذا تم نماز تہجد میں جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ بہت سے نوافل کے

بارے میں احادیث میں فَاقرَءُوا مَا تَیَسَّرَ مِنَ القُراٰنِ کا فرمان ملتا ہے۔
(کوثر)

🕮 قران کی بعض دوسری آیات کے مطابق نمازِ شب آپﷺ پر واجب تھی اور اس میں کوئی مانع اور حرج نہیں ہے کہ یہ مسئلہ پیغمبرﷺ کے لیے واجب اور مسلمانوں پر مستحب ہو، اور اس سے قطعِ نظر اوپر والی آیات میں جو کچھ آیا ہے وہ "نمازِ شب" میں منحصر نہیں ہے۔ کیونکہ نمازِ شب تو آدھی رات یا دو تہائی رات یا ایک تہائی رات تک کو بھی شامل نہیں رکھتی۔ جو کچھ آیت میں بیان ہوا ہے وہ تو ترتیلِ قرآن کے لیے اٹھنا ہے۔ (تفسیر نمونہ، آیت 5)

🕮 اصولِ کافی، نورالثقلین، درمنثور اور حدیث و تفسیر کی تمام کتابوں میں (جو اس موضوع پر روایات) نقل ہوئی ہیں، وہ سب کی سب اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ آیاتِ قرآنی کو اس طرح نہیں پڑھنا چاہیے، جو مطالب و مضامین اور پیام سے خالی ہوں بلکہ ان تمام امور کی طرف توجہ رکھنی چاہیے، جو پڑھنے اور سننے والوں میں اس تاثیر کو گہرا کردے۔ اس بات کو نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ اللہ کا پیام ہے اور اس کا مقصد اس کے مطلب و مضامین کو تحقق بخشنا (اور عملی جامہ پہننا ہے) لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں بہت سے مسلمان اس واقعیت سے بہت دور ہوگئے ہیں، اور انہوں نے قرآن کے صرف الفاظ پر اکتفا کرلیا ہے، اور ان کا مقصد صرف ورتل اور قرآن کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ (نمونہ)

✎ مندرجہ بالا اور دیگر تفاسیر کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ: رات کا قیام اور فجر کا قرآن "قرآن الفجر" سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ نماز کا بنیادی مقصد تلاوتِ قرآن ہی تھا۔

اب ظاہر ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابِ رسول کے لیے قرآن کے الفاظ کو سمجھنا اور حفظ کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا، انکو تو بس "قُم" اٹھنا تھا "اقراء" پڑھنا تھا " وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا "۔

اخلاقیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جس کا ذکر سورہ مدثر میں آچکا کہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّر، یعنی بندہ "قرآن" پڑھنے سے پہلے، پاک صاف ہوکر، اور قبلہ رخ ہوکر، خاص اہتمام کے ساتھ قیام کی حالت میں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھے۔

اب مسلسل دیر تک "قیام" کرنے سے بندہ تھک سکتا ہے، اس لیے رکھ رکھ کر بیچ میں رکوع اور سجود کرنے سے، رکوع و سجود کے حکم کی پاسداری بھی ہوجاتی، اللہ کی حمد و تسبیح بھی ہوجاتی، اور طویل قیام سے تھکاوٹ اور نیند کے غلبہ سے بھی کچھ جان بخشی ہوسکتی۔

➢ کیونکہ نماز میں تلاوتِ قرآن "قیام" کی حالت میں ہوتی ہے، تو شاید اسی وجہ سے قرآن نے "نماز پڑھنے" کو "اقیموا الصلوٰۃ" کہا ہے، یعنی اس میں تم نماز قائم کرتے ہو، (یعنی قیام کی حالت میں) قرآن پڑھتے ہو۔ (واللہ اعلم)

✎ اس مناسبت سے اگر کہا جائے کہ نماز کا مقصد اصل میں "قرآن ہی پڑھنا ہے"، تو شاید غلط نہ ہو، اور اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے، کہ اللہ کی عبادتوں کا مقصد صرف جسمانی ورزش نہیں ہے، بلکہ

ان میں خاص مقاصد مخفی ہیں. حکمت پوشیدہ ہیں کہ، بندوں کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں غور و خوض کرے، اور اسلام کو عملی جامہ پہنائے. (صرف نام کا مسلمان بن کر نہ رہے.)

یعنی نماز ایک عبادت ہے، جس کا مقصد اللہ حمد و تسبیح، رکوع و سجود کے ساتھ، اصل میں تلاوتِ قرآن ہے، کہ بندہ اس کلام اللہ کو پڑھے، سمجھے، اور عمل کرے.

✎ **یہ آیت مجھے آج تک پوری طرح سمجھ نہیں آئی تھی:**

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۗ
(سورہ العنکبوت 29:45)
"یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے."
(کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے کیسے روکتی ہے؟ کیونکہ ہم مسلمان، نماز بھی پڑھتے ہیں، اور پھر دنیا کے سارے برے کام بھی کرتے ہیں.)

پر یہ بات سمجھنا بہت آسان ہوجاتا ہے کہ اگر بندہ سمجھ لے کہ نماز کا مقصد مجھے قرآن پڑھنا ہے، قرآن پر غور و خوض کرنا ہے، قرآن پر عمل کرنا ہے.
پھر یقینا قرآن کی ایک ایک آیت بندے کے لیے ایک سبق ہے، ایک درس ہے، ایک ذکر ہے، حلال و حرام کے احکامات ہیں، امر بالمعروف بھی ہے، نہی عن المنکر بھی ہے. (پھر بات سمجھ میں آجاتی کہ نماز "فحشاء و منکر سے کیسے روکتی – کہ اصل میں نماز میں تو قرآن کو ترتیل سے

پڑھنا ہے۔ جب قرآن پڑھا جائے گا، سمجھا جائے گا، اور پھر عمل بھی کیا جائے گا تو... فحشاء و منکر سے آٹومیٹک بندہ دور ہوتا۔)

- اب یہاں غیر عربی قوموں کے لیے ایک چھوٹا مسئلہ درپیش ہے کہ ان کی اکثریت نہ حافظہ قرآن ہے، اور نہ قرآن کی عربی کو سمجھتی ہے، اس طرح "نماز قائم" کرنے کا یہ مقصد فوت ہوجاتا ہے۔
(اس لیے ہم پر یہ اصطلاح یہ بالکل صحیح اترتی کہ ہم "نماز پڑھتے ہیں۔" حالانکہ "نماز قائم" کر کے "قرآن پڑھنا تھا۔")

- عرب دان کے لیے یہ آج بھی مسئلہ نہیں کہ جب اس نے نماز پڑھی تو قرآن کی تلاوت بھی اس نے سُن لی، سمجھ لی۔ اور چونکہ بات کانوں تک پہنچ گئی تو عین ممکن ہے وہ لوٹ آئے۔ اور عمل کرنا شروع کردے۔ پر غیر عرب قوموں میں اکثریت نے بات سُن تو لی، پر سمجھا کچھ بھی نہیں۔ جب سمجھ کچھ نہیں آیا تو پھر عمل تو دور کی بات ہے۔

- اسی مناسبت سے، میری مودبانہ تجویز ہے کہ، ہر مسجد کے پیش امام کو، سب سے پہلے حافظِ قرآن ہونا چاہیے، تاکہ وہ ہر نماز میں مختلف سورۃ کی تلاوت بخوبی کرسکے۔

دوسرا یہ کہ (اگر حافظہ قرآن نہ بھی ہو تو) اس بات کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ قرآنی آیات و سورتیں جو نماز میں پڑھی گئی ہیں، نماز کے بعد 5 منٹ نکالیں جائیں کچھ آیات کا مختصرا ترجمہ (و تشریح) بھی سنایا جائے، تاکہ مقصد پورا ہوجائے۔

(اور فقہی طور پر ممکن ہوسکے تو:) دوسری تجویز یہ ہے کہ، قرآنی آیات کی اس طرح تقسیم کیا جائے (کبھی کم تو کبھی زیادہ) کہ کم سے کم ایک سال میں ایک ختمِ قرآن ہوجائے۔ اس طرح ہر بندہ جو کم سے کم نماز کی پابندی کرتا ہے وہ ایک سال میں پورا قرآن سن لے گا (یا پڑھ لے گا) اور کچھ نہ کچھ سمجھ بھی لے گا۔ اور اسی طرح یہ پرکٹس اگر 20 سال تک رہتی ہے، تو ایک بندہ کو کم سے کم 20 بار قرآن میں غور و خوض کرنے کا موقع ملے گا۔ (یعنی ایک بندہ اگر الگ سے قرآن کی تلاوت کی احتمام نہیں کرتا، تو کم سے کم نماز میں ہی اس کو قرآن سننے اور سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے۔)

17 رکعتیں، اور 17 آیات

✎ تھوڑی کلکیولیشن کرنے سے پتا چلا کہ: قرآن کی مشہور کوفی قرات کے مطابق کی 6236 آیات ہیں، اور 6236 کو اگر سال کے 365 دنوں پر تقسیم کریں تو 17 آیات نکل کر آتی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے یومیہ واجب نماز کی رکعت 17 ہیں، اور یومیہ (اوسط) آیات کا نمبر بھی 17 بنتا ہے۔ یعنی اگر ڈیلی 17 آیات پڑھی جائیں تو سال میں قرآن ختم ہوجاتا ہے۔

مزید ان 17 آیات کو (یومیہ 5 نمازوں پر) 5 سے تقسیم کریں، تو جواب آتا۔ 3.41 (اک نظر دیکھنے سے لگتا جیسے Pi نمبر ہو، پر تھوڑا ملتا جلتا ہے، (Pi Number is 3.14)

(اہلسنت کے ہاں یہ فقہی قانون ہے کہ سورہ حمد کے بعد کوئی دوسری سورۃ پڑھی جائے کا کم سے کم 3 آیات پڑھی جائیں، یا کوئی بڑی آیت جو چھوٹی 3 آیات کے برابر ہو۔)

✎ **دوسرے اینگل سے، قرآن میں کل 558 رکوع ہیں۔ ایک رکوع میں اوسط 10 آیات ہوتی ہیں۔ اگر ہر (نماز میں یا) نماز کے بعد ایک رکوع کی تلاوت کی جائے، تو ایک دن میں 5 رکوع کا ختم ہوگا، اور اس طرح پورا قرآن 112 دنوں میں ختم ہوجاتا ہے، جو کہ 3 مہینہ اور 22 دن بنتے۔ تھوڑا کھینچ کر 4 مہینہ بھی کریں، تو مطلب 4 مہینہ میں ایک ختمِ قرآن، اور سال میں 3 قرآن کے ختم، صرف نماز قائم کرنے کی بدولت۔**

قرآن کے الفاظ شدید ہیں:

✎ قرآن جب کوئی بات بیان کرتا ہے، تو اسکے الفاظ اپنے معنیٰ مفہوم میں سخت ہوتے ہیں، یعنی جتنا کہا اتنا ہی کہا، نہ کم نہ زیادہ۔
اور یہ بات خود انبیاء کرام علیہم السلام اچھے سے جانتے تھے۔
یعنی اللہ کے حکم کے آگے نہ تل برابر پیچھے ہٹ سکتے ہیں، نہ تل برابر آگے بڑھ سکتے ہیں۔
جتنا بولا ہے اُتنا ہی کرنا ہے، اور پرفیکٹ کرنا ہے، ورنہ حکم کی خلاف ورزی ہوسکتی۔

مثال: 1۔ سورہ مزمل: رات کا قیام

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُۙ ١

اے کپڑوں میں لپٹنے والے!

(بلاغ القرآن)

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًاۙ ٢

رات کو اٹھا کیجیے مگر کم،

(بلاغ القرآن)

نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًاۙ ٣

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیجیے،

(بلاغ القرآن)

اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاؕ ٤

یا اس پر کچھ بڑھا دیجئے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجیے ۔

(بلاغ القرآن)

✎ سورہ مزمل قرآن کی شروعات صورتوں میں سے ہے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے قیام کا حکم دے رہے۔ آیت 3 میں لفظ "نصف" استعمال ہوا، یعنی آدھی رات۔ اگر اللہ

پاک کا حکم صرف اتنا ہی ہوتا تو پھر مکمل آدھی رات کا قیام ضروری ہوجاتا، نا کم نا زیادہ۔ اور نبی اکرمﷺ کے لیے بھی کافی مشکل ہوجاتا کہ آدھی رات کا نا صرف قیام کیا جائے پر ہر موسم کے حساب سے آدھی رات کا تعین بھی کیا جائے (کہ کبھی رات چھوٹی ہوتی، کبھی بڑی۔)

اور یہ بات اللہ پاک بھی بے شک جانتے تھے، انسانی نقطہ نگاہ سے فکس اس طرح کرنا، بہت مشکل کام ہے۔ اس لیے پہلے ہی، بتا دیا، آدھی رات سے کم کردو یا بڑھادو، کوئی بات نہیں۔

یعنی شروع سے اگر ایک بار پھر سے پڑھیں تو آیت کہتی:

یاایھاالمزمل، قم الیل: یا مزمل، رات کا قیام کرو:

بات اگر یہی تک ہوتی تو پھر ساری رات قیام کرنا پڑتا۔ پر آگے کہا: الا قلیلا، مگر تھوڑا سا۔

اب سوال پیدا ہوتا کتنا کم؟ پھر آگے پیدا دیا... نصفہ: اسکا آدھا۔

اگر بات یہی تک ہوتی تو پھر دوبارا پوری آدھی رات کا قیام لازمی ہوتا۔ پربندہ کے لیے مشکل ہوجاتا اس کے نصف کا تعین کرنا، کہ رات کب شروع ہوتی، کب ختم ہوتی، اس میں سے نصف کتنا ہوگا، اگر اس ٹائیم سے قیام شروع کروں تو پھر کس ٹائیم نصف مکمل ہوگا... وغیرہ۔

پر اللہ تعالٰی نے نرمی رکھی اور کلیئر کردیا کم کردو یا زیادہ... کوئی مسئلہ نہیں۔

پھر اسی سورہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ اور زیادہ وضاحت کردیتے، "آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی

رات (تہجد کے لیے) کھڑے رہتے ہیں اور آپ کے ساتھ ایک جماعت بھی (کھڑی رہتی ہے) اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے، اسے علم ہے کہ تم احاطہ نہیں کر سکتے ہو پس اللہ نے تم پر مہربانی کی لہٰذا تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو،..."

مثال: 2۔ سورہ انفال: جنگ میں پیچھے ہٹنا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا زَحۡفًا فَلَا تُوَلُّوۡهُمُ الۡاَدۡبَارَ‌ ۚ‏ ١٥

اے اہل ایمان جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا

(جالندھری)

✎ اگر بات یہاں تک ہوتی تو ایک قدم پیچھے ہٹانا بھی اس آیت کے زمرہ میں آجاتا اور قرآن اور کلام اللہ کی خلاف ورزی ہوجاتی... پر آگے اللہ تعالیٰ نے کلیئر کر دیا:

وَمَنۡ يُّوَلِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوۡ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدۡ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاۡوٰٮهُ جَهَنَّمُ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ‏ ١٦

جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیرے۔ اِلّا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھِر جائے گا، اُس کا ٹھکانا جہنّم ہوگا، اور وہ بہت بُری جائے بازگشت ہے

(مودودی)

✎ اگر یہ "الا" والی شرط نہ لگتی تو پھر خود کو defend کرنے کے لیے بھی تھوڑا پیچھا ہٹنا مطلب، ٹھکانہ جھنم۔ (اس لیے قرآن کے الفاظ بڑے

سخت ہوتے ہیں، جب کوئی بات بولی جاتی، تو مطلب بس اتنا ہی۔ جب تک قرآن خود نہ استثنا کرے۔

مثال 3۔ سورہ مومنون: فروج کی حفاظت

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَۙ ٥

(مومنین وہ ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

(جالندھری)

✎ ایک بار پھر سے، بات اگر یہی تک ہوتی تو اللہ کے بندے -"مومنین" - اپنی فروج کی حفاظت اس طرح کرتے کہ ساری زندگی ہر حوالے سے اس کی حفاظت کرتے۔ اور اللہ بے شک جانتا ہے کہ اللہ جب بولتا ہے تو اسکا مطلب کیا ہوتا ہے (اور اللہ کے مُخلَص بندے بھی جانتے ہیں)... اس لیے آگے اللہ تعالٰی نے وضاحت کردی:

اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَۚ ٦

مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔

(جالندھری)

✎ اگر یہ "الا" کی شرط نہ لگتی تو شادی کرنا بھی مومنین کے لے حرام تھا، اور ہر حوالہ سے فروج کی حفاظت واجب تھی۔

☜ اگر ان چند مثالوں میں اللہ کے کلام میں الفاظوں کی شدت و سختی کا اندازہ ہوجاتا ہے تو پھر آگے چل کر ہمارے لیے پورے قرآن کی سمجھنا

بھی انشاء اللہ آسان ہوجائیگا۔ کہ اللہ نے جتنا کہا ہے اُتنا ہی کہا ہے، نا اس سے ہم ایک قدم آگے بڑھ سکے ہیں، نا پیچھے۔

مثال 4 – قصہ موسیٰ کوہِ طور

- بونس کے طور پر ایک اور مثال قصہ موسیٰ علیہ السلام میں آتی ہے، اور یہ لفظی مثال نہیں، بلکہ عملی مثال ہے۔ سورہ طٰہ و اعراف میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے طور پر وقت سے پہلے چلے جاتے۔

۞ وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ٨٣ (طه)
اور کیوں جلدی کی تونے اپنی قوم سے اے موسیٰ۔
(محمود الحسن)

--- وَ عَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ٨٤
---اے پروردگار میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو۔
(جالندھری)

- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارادے تو نیک تھے، پر ان کے جلدی آنے سے بات تھوڑی مختلف ہوگئی۔ اور پھر اللہ تعالٰی سورہ اعراف میں فرماتا ہے:

142 - وَ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰی ثَلٰثِیۡنَ لَیۡلَۃً وَّ اَتۡمَمۡنٰہَا بِعَشۡرٍ فَتَمَّ مِیۡقَاتُ رَبِّہٖۤ اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً ۚ وَ قَالَ مُوۡسٰی لِاَخِیۡہِ ہٰرُوۡنَ اخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ وَ اَصۡلِحۡ وَ لَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۱۴۲﴾

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا اور اسے (مزید) دس کے ساتھ پورا کیا پس اس کے رب کی اربعین لیلہ (چالیس راتوں) کی مقرر مدت پوری ہوئی، اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں میری خلافت (جانشینی) کریں اور اصلاح کریں اور مفسدین کی راہ کی اتباع نہ کریں۔

(اظهر)

✎ **وعدہ 30 راتوں کا تھا، پر ممکن ہے حضرت موسٰی علیہ السلام 10 دن پہلے چلے گئے ہوں تو اس وجہ سے 10 راتیں بڑھا دی گئیں، اور اس طرح چالیس راتیں ہوئیں۔**

✎ **وقت کی اس اونچ نیچ سے پیچھے قوم میں فساد ہوگیا۔ اور اللہ نے فرمایا:**

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنۢ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ٨٥ (طه)

فرمایا، تو ہم نے تمهاری قوم کو تمهارے بعد ایک فتنه میں ڈال دیا اور سامری نے اس کو گمراہ کردیا۔

(وحیدالدین)

🕮 **اگرچہ یہاں صراحت کے ساتھ ایسے الفاظ استعمال نہیں ہوئے مگر انداز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس عجلت پسندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی قوم کو فتنے میں مبتلا کردیا۔ (اسرار احمد)**

📖 **اقبالؒ کے مصرع میں ذرا تصرف کے ساتھ "تو میرا شوق دیکھ مرا اشتیاق دیکھ !" والی کیفیت تھی. آپ علیہ السلام کا خیال تھا اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے اور شاباش ملے گی ' مگر یہاں تو لینے کے دینے پڑگئے ' الٹی explanation call ہوگئی. (اسرار احمد)**

✎ **بنیادی بات، بیان ہوچکی. جب جب جتنا بولا جاتا ہے، اتنا کرنا ہے بیسٹ ہوتا ہے، نہ پیچھے ہٹنا اچھا ہے، نہ اگے بڑھنا.**

درسَ سورۃ

✎ **اے مزمل - رسالت کا بوجھ اٹھانے والے، ہم آپ ہر یقینا اے بھاری بھرکم بوجھ ڈالنے والے ہیں، (انا سنُلقی قولا ثقیلا)، بس اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں، اور سب سے کٹ کر صرف اسی کی طرف متوجہ رہیں (وتبتل الیہ تبتیلا). (یہ نبی موسیٰ جیسا). ان ھذہ تذکرہ.**

- **بنیادی نکات(Summary in Points)**

1 آغاز (آیات 1-4):

نبی ﷺ کو رات کو اٹھنے کا حکم ← قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تاکید۔

2 قرآن کی طاقت (آیت 5):

قرآن ایک وزنی کلام ہے ← انسان کی زندگی اور دل و دماغ پر بوجھ ڈالتا ہے تاکہ انقلاب لایا جا سکے۔

3 رات کے وقت کی اہمیت (آیات 6-7):

رات کا وقت سکون کا ہے، اس میں دل اور زبان کا یکسو ہونا آسان ہے۔ دن کے اوقات دنیاوی مشاغل سے بھرے ہیں۔

4 نماز و ذکر کی تاکید (آیت 8-9):

اللہ کا نام لینے اور عبادت میں یکسو رہنے کی ہدایت۔ اللہ مشرق و مغرب کا رب ہے، اس پر توکل کرو۔

5 انکار کرنے والوں سے صبر و تحمل (آیات 10-11):

کفار کے تکبر اور انکار پر صبر کرو، معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔

6 اہلِ کفر کا انجام (آیات 12-17):

جہنم کا انجام، قیامت کی ہولناکی، بچوں کے بوڑھے ہونے اور آسمان کے پھٹنے کا منظر۔

7 قرآن بطور نصیحت (آیت 19):

یہ قرآن نصیحت ہے، جو چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے۔

8 آخری آیت (آیت 20):

- رات کا قیام: شدت ← پھر تخفیف۔
- قرآن جتنا میسر ہو پڑھو۔
- نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، انفاق کرو۔
- بھلائی آگے بھیجو ← اللہ کے ہاں بہترین اجر ملے گا۔
- استغفار کرو ← اللہ غفور رحیم ہے۔

سورۃ المزمل ◄——— ┤ ┌— روحانی تیاری (1-7)
| ┌— قیام اللیل (1-4)
| ├— قرآن وزنی کلام (5)
| └— رات کی سکونت و یکسوئی (6-7)
|
| ┌— ذکر و عبادت (8)
├ —— ┤
| └— اللہ پر توکل (9)
|
| ┌— کفار پر صبر (10)

| ├ ── عذاب کے لیے چھوڑ دینا (11-13)
├ ── ┤
| └ ── قیامت کے مناظر (14-18)
|
├ ── قرآن = نصیحت (19)
|
└ ── عملی ہدایات (20)
├ ── رات کا قیام (میسر مقدار میں)
├ ── قرآن کی تلاوت
├ ── نماز قائم کرنا
├ ── زکوٰۃ دینا
├ ── انفاق (قرضِ حسنہ)
├ ── بھلائی آگے بھیجنا
└ ── استغفار

الحمد للہ رب العٰلمین

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اظهر حسين ابڑو (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لَهُ وَٱرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَٱعْفُ عَنْهُ)

Last modified. 11-06-2025

17 آگسٹ 2025